سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اجتہادی منہج ایک تحقیقی جائزہ

The Juristic Methodology of Abu Bakar (R.A): A research overview

شاہد امین[i] آفتاب احمد[ii]

Abstract

Abu bakar R.A was the first caliph of Muslims after Holy Prophet Muhammad. In the reign of Abu bakar the procedure of ijtihad was carried out exactly the same manner as that during the lifetime of Holy Prophet Muhammad .In order to solve a new problem, first Quran was consulted, then suunah (practices of Muhammad, then the consensus of Sahabah. Abu bakara would take guidance from Quran and Sunnah, on occasions where he would think that the particular problem has no prominent solution given in Quran and sunnah, he would try to take a logical and reasonable decision on the basis of rules and principles of Quran and Sunnah.

Abu bakar used his scholarly consensus to escape Muslim Ummah from grave problems on many occasions. Among them some are war matters, tactics of governance, Saqifa bane saida, the incidence of Fidak, compilation of Quran ,the apostates and those who refuse to give zakat. He put and advanced Muslims on the right path by benefiting from the jurists of Islamic Jurisprudence. He fulfilled his duties as first caliph of Islam.

Key Words: *Caliphate, Ijtihad, Consensus*

سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی حکومت سے مسلمانوں نے کچھ ہی مدت استفادہ کیا،آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت شورائی حکومت تھی، ہر دور میں حریت وعدل کے متلاشی،اقوام وامم کی سیاست کے لئے اس سے بہتر حکومت نہیں پا سکتے، جس کی سرپرستی یار غار نے کی جو نجابت وشرافت،ذکاوت وعلم اور ایمان کے عظیم پیکر تھے۔

خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرامؓ میں منفرد مقام حاصل تھا۔آپ رضی اللہ عنہ غیر معمولی اجتہادی صلاحیت کے مالک تھے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے فورا بعد خلافت کی ذمہ داری آپؓ کے کندھوں

---

i پی ایچ ڈی سکالر،ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii اسسٹنٹ پروفیسر،ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، شرینگل

پر آپڑی، اس نازک دور میں مسلمانوں کو کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑا جن مسائل کو سیدنا ابو بکرؓ نے اپنی اجتہادی بصیرت سے حل کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے وقتی مصلحتوں سے بے رخ ہو کر زکوۃ کی وصولی میں سختی سے کام لیا اور امت کو مقدس فریضہ کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا، فتنہ ارتداد کی سرکوبی کی، لشکر اسامہ کو روانہ کر کے اہل روم اور اہل ایران پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھادی، ان ابتدائی فیصلوں سے مسلمانوں کے حالت دگرگوں کو سہارا ملا اور گرتی ہوئی ناؤ کو کنارے لگایا۔ درج ذیل مقالہ میں صدیق اکبرؓ کے نام و نسب اور آپؓ کے اجتہادی منہج پر چند گذارشات ذکر کیا جائیں گے۔

نام و نسب

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، صحابی رسول ﷺ، پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ آپؓ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر قریشی تمیمی ہے۔ والدہ کا نام ام خیر سلمیٰ بنت صخر ہے۔ اصحاب فیل کے واقعہ کے تقریباً ۳ سال بعد (۵۷۳ء) کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے اور واقعہ معراج پر قریش منہ توڑ جواب دے کر لقب صدیق کا طرہ پایا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور یار غار کہلائے۔ مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ اور ۱۵ دن تھی۔ ۱۳ھ کو ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی[1]۔

مصادر اجتہاد

سیدنا ابو بکرؓ کے دور خلافت میں قضاء کے مصادر درج ذیل تھے، قرآن مجید، سنت نبوی ﷺ، اجماع، اہل علم اور اہل فتویٰ سے مشاورت اور اگر کوئی حکم قرآن، سنت نبوی ﷺ میں نہ ملتا اور نہ اس پر اجماع بھی نہ ہوا ہوتا تو اجتہاد فرماتے[2]۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا اجتہادی منہج عین شریعت کے مطابق تھا۔ جب بھی کوئی مسئلہ آپؓ کے سامنے آتا تو سب سے پہلے آپؓ قرآن کی طرف رجوع کرتے اور اس سے رہنمائی لیتے اگر قرآن مجید سے رہنمائی نہ ملتی تو سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور سنت سے رہنمائی حاصل نہ ہوتی تو صحابہ کرامؓ سے اس کے بارے میں حدیث طلب کرتے[3] اور اگر اس بارے میں حدیث مل جاتی تو اللہ کا شکر اان الفاظ میں ادا فرماتے:

" الحمد لله الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا[4] "

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کیے ہیں جو ہمارے رسول ﷺ کے اقوال و افعال کو یاد رکھتے ہیں۔"

اگر سنت سے بھی رہنمائی نہ ملتی تو صحابہ کرام سے مشاورت کرتے اور جس رائے پر سب جمع ہو جاتے اس پر فیصلہ فرماتے[5]۔

قران مجید سے رہنمائی

سیدنا صدیق اکبرؓ ہر مسئلہ کے حل کے لیے سب سے پہلے قرآن ہی کی طرف رجوع کرتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے رحلت کے موقع پر جب صحابہ کرامؓ اس صدمے سے نڈھال تھے۔ سیدنا عمرؓ جیسے باحوصلہ شخص نے بھی یہ اعلان کر دیا:

> "محمد ﷺ بھی اسی طرح اپنے رب کے ملاقات کے لیے گئے ہیں جس طرح موسیٰ بن عمران علیہ السلام چالیس دن تک اپنی قوم سے کوہ طور پر گئے اور اگر کسی کے منہ سے میں نے یہ سنا کہ رسول اللہ رحلت فرما گئے ہیں تو میں اس کے ہاتھ پاوں کاٹ ڈالوں گا[6]۔"

اس موقع پر سیدنا ابو بکرؓ نے نبی کریم ﷺ کی رحلت کا نہ صرف اعلان کیا بلکہ خطبہ بھی ارشاد فرمایا اور قرانی آیات سے استدلال کرتے ہوئے صحابہؓ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا یقین دلایا[7]۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ثناء کے بعد مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> "تم میں جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ سن لے کہ) محمد ﷺ تو بلا شبہ وفات پا چکے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ جان لے) اللہ زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہ آئے گی۔
>
> اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
>
> "محمد ﷺ تو محض رسول ہیں ۔بے شک آپ ﷺ سے پہلے بھی کئی رسول گزر گئے ہیں، کیا پس اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑھیوں پر پلٹ جاوگے اور جو اپنی ایڑھیوں پر پلٹ گیا تو وہ اللہ کو قطعاً کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔"

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا یقین دلایا اور یہ خطبہ صحابہؓ کے لیے موجب تسلی بھی بنا۔

حدیث نبوی سے رہنمائی

سیدنا صدیق اکبرؓ قرآن مجید کے بعد حدیث کو دوسرا بنیادی ماخذ جانتے تھے اور سنت رسول سے بھرپور رہنمائی لیتے تھے ابو بکر صدیقؓ کا سنت رسول ﷺ سے استدلال کی چند مثالیں:

1. رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا مجمع ہوا تا کہ کسی خلیفہ کا تقرر کریں، وہ چاہتے تھے کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو اور ایک خلیفہ مہاجرین میں سے مگر دو خلیفہ کا تقرر جس قدر باعثِ افتراق ہوتا ظاہر ہے لہٰذا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نظمِ خلافت کو درست کرنے کو رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر مقدم فرمایا اور یہی ہونا بھی چاہیے تھا[8]۔ سیدنا ابو بکرؓ نے اس تجویز کو مسترد کرتے کیا اور حدیث رسول ﷺ "الأئمة من قريش" پیش کی، جب انصار صحابہؓ نے اس حدیث کو سنا تو فوراً انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا[9]۔

2. تجہیز و تکفین میں دیر ہونے سے عام اموات کی طرح (نعوذ باللہ) کسی قسم کی خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ تھا اَلبتہ خلافت کا اِنتظام بگڑ جاتا اَور کوئی ایسا شخص خلافت کے لیے منتخب ہو جاتا جس میں سیاسی قابلیت اَور رُوحانی قوت اِس درجہ کی نہ ہوتی تو اُس کی اِصلاح ناممکن تھی اَور جو فتنے اِرتداد وغیرہ کے پیش آئے اُن میں دینِ اِسلام کا باقی رہ جانا بظاہر ناممکن تھا، پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین جیسے مہتم بالشان کام کا بغیر کسی خلیفہ کی سر کردگی کے انجام پاناہزاروں خوبیوں کا سبب بنتا مثلاً نمازِ جنازہ کے بارے میں اِختلاف ہوتا کچھ لوگ نمازِ جنازہ مبارک حجرہ سے باہر لاکر پڑھنا چاہتے اور اس میں جو قیامت برپا ہوتی وہ ظاہر ہے کہ کوئی آپ ﷺ کو دیکھنا چاہتا، کوئی روتا، کوئی بے ہوش ہو جاتا، عورتوں اَور بچوں کا بھی ہجوم ہوتا اَور خدا جانے کیا کیا ہوتا۔ پھر مقامِ دفن میں بھی اِختلاف ہوتا، کوئی کہتا کہ مکہ میں لے جاکر دفن کرو جو آپ کا مولد ہے یا جائے پیدائش ہے، یا شام جو حضرت خلیل کا مدفن ہے یا جنت البقیع میں جو مسلمانوں کا عام قبرستان ہے، اگر کوئی خلیفہ نہ ہوتا تو ان اختلافات کا فیصلہ کون کرتا، اب چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے تھے۔ لہٰذا اُنہوں نے فیصلہ کر دیا کہ نماز حجرے کے اَندر ہو گی، دس دس آدمی اَندر جائیں اور نماز پڑھ کر واپس آجائیں اور اکیلے اکیلے نماز پڑھیں نبی کے جنازے پر کوئی اِمام نہیں بن سکتا وہ خود امام ہیں اَور مقام دفن کے لیے حضرت صدیق نے ایک حدیث پڑھی کہ انبیاء کی رُوح پاک جہاں قبض کی جاتی ہے وہیں ان کی قبر مبارک ہونا چاہیے اور اس موقع پر سیدناابو بکرؓ نے حدیث رسول پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"انه لم يدفن نبي قط إلا حيث قبض" "نبی کو وہیں دفن کیا جاتا ہے وہ فوت ہوئے ہیں۔"

لہٰذا آپ ﷺ کو سیدنا عائشہ کے حجرے میں دفن کیا گیا اور یہ اختلاف بھی ختم ہو گیا۔[10]

خلافت صدیقی میں حق خمس کے حصول کا مسئلہ

رسول اللہ ﷺ کی وفات بعد آپ ﷺ کے اہل بیت اپنے آپ کو آپ ﷺ کی میراث کا حقدار سمجھتے تھے یہاں تک کہ سیدہ فاطمہؓ کا بھی یہ خیال تھا، لیکن سیدنا ابو بکرؓ نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث پیش کی:

"لانورث ما تركنا صدقة[11]"

"ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ ہم جو مال و متاع چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔"

حدیث رسول ﷺ کو سننے کے بعد سیدہ فاطمہؓ بھی اپنے مطالبے سے دستبر دار ہو جاتی ہیں[12]۔

ایک دفعہ آپؓ سے کسی نے پوچھا کہ دادی کو پوتے کی میراث سے کیا ملے گا تو اس کے بارے میں کوئی حدیث آپؓ کے علم میں نہ تھی تو آپؓ نے صحابہ کرامؓ سے معلوم کیا تو سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کے بارے میں بتلایا کہ آپ ﷺ نے پوتے کی میراث میں دادی کو چھٹا حصہ دلوایا تھا۔ تو آپؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی روشنی میں دادی کو پوتے کی میراث میں چھٹا حصہ دلوایا[13]۔

قیاس سے رہنمائی

سیدنا صدیق اکبرؓ جہاں قرآن و سنت سے رہنمائی لیتے لیکن جہاں ان بنیادی مصادر سے واضح رہنمائی نہ ملتی تو اس کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے قیاس کرتے جیسا کہ دادا کو والد پر قیاس کرتے ہوئے اسے پوتے کی میراث میں والد جتنا حصہ دلوایا[14]۔

سیدنا ابو بکرؓ بسا اوقات مزدور کے لیے کھانا اور کپڑے بطور اجرت متعین فرما دیتے تھے۔ جبکہ اجارہ صحیحہ کی ایک شرط اجرت کا معلوم اور متعین ہونا لازم ہے[15]۔

آپؓ اس اجتہاد کے لیے قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے:

"وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بالمعروف[16]"

"اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہے۔"

آپؓ نے دایہ کو لباس اور کھانے پر رکھنے پر قیاس کیا اور مزدور کے لیے کھانا اور لباس بطور اجرت مقرر کیا[17]۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے شرع ماقبلنا سے یہ اصول اخذ کیا ہو کہ جس طرح سیدنا موسیٰ علی السلام نے کھانے اور لباس کے عوض سیدنا شعیب علی السلام کی آٹھ یا دس سال تک خدمت کی، اسی طرح آپؓ نے بھی مزدور کو کھانے اور لباس کے عوض مزدوری پر رکھا ہو۔ اسی طرح نماز پر زکوۃ کو قیاس کیا اور مانعین زکوۃ کے خلاف قتال کیا[18]۔

مصالحہ مرسلہ سے رہنمائی

سیدنا ابو بکرؓ کے اجتہادی منہج میں مصالحہ مرسلہ کی بھی کئی مثالیں ملتی ہیں:

قرآن مجید کی تدوین کی طرف سب سے پہلے سیدنا عمرؓ نے خلیفہ اول کی توجہ مبذول کروائی، لیکن سیدنا ابو بکرؓ راضی نہ ہوئے اور فرمایا:

"كيف نفعل شيئا لم يفعل رسول الله[19]"

"ہم وہ کام کس طرح کر سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔"

مگر سیدنا عمرؓ برابر اصرار کرتے رہے اور کہتے رہے: إنه والله خير یہاں تک کہ ابو بکرؓ بھی کام کے کرنے کے قائل ہو گئے۔"

سیدنا ابو بکرؓ سے منقول ہے:

" عمرؓ مجھ سے مسلسل اس بات کا تقاضا کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی وہ سوچنے لگا جو عمرؓ کی سوچ تھی[20]۔ اس کام کے لیے سیدنا زید بن ثابتؓ کا انتخاب ہوا، ابتدا میں انہیں بھی تردد ہوا لیکن دونوں حضرات نے یہی کہا: إنه والله خير[21]۔"

اس کے بعد سیدنا زیدؓ بھی مطمئن ہو گئے، قرآن کو کتابی شکل میں جمع کرنا ایک مصلحت شرعی تھا اسی لیے سیدنا ابو بکرؓ نے اس کام کو سرانجام دیا، اسی طرح سیدنا عمرؓ کا انتخاب بطور خلیفہ بھی شرعی مصلحت کے تحت تھا کیونکہ اگر

ان حالات میں آپؓ اپنا جانشین مقرر نہ کرتے تو ہو سکتا تھا کہ بعد میں اختلافات پیدا ہو جاتے اور خود سیدنا ابو بکرؓ کی دعا بھی اس بات کی عکاس ہے کہ آپؓ کا یہ فیصلہ لوگوں کی بھلائی کے لیے تھا:

"اے اللہ عمر کو خلیفہ نامزد کرنے میں میرا مقصود امت کی صلاح و فلاح ہے مجھے ان کے بارے میں ڈر ہے اور میں نے اپنے اس فیصلہ میں بہت سوچ وبچار کی ہے اور ان کے بہترین آدمی کو ان پر نگران مقرر کر رہا ہوں جو رشد ہدایت کا ان میں سب سے زیادہ حریص ہے [22]۔"

آپؓ کے اجتہادات جو آپؓ نے اپنے دور خلافت میں کیے ان میں کوئی اجتہاد نص کے خلاف نہیں ہے اور نہ آپؓ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں ہے جس کا ماٰخذ کمزور ہو۔ کیونکہ آپؓ کی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی [23]۔

سیدنا ابو بکرؓ اور شورائی اجتہاد

1. سیدنا صدیق اکبر کے عہد میں پیش آمدہ فقہی مسائل کے بارے میں رائے دہی اور فتویٰ دینے کے سلسلے میں سیدنا علیؓ اور دیگر کبار صحابہ کرام کا شوریٰ منعقد ہوتا تھا، جس میں دیگر صحابہؓ بھی شرکت کرتے اور اپنی قیمتی تجاویز اور مشاورت سے ابو بکرؓ کو مشورے دیتے تھے [24]۔
2. فوجی معاملات، جنگی معاہدات، حفاظتی واقعات، تدابیر سلطنت اور ملکی انتظامات و نگرانیوں میں سارے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر مشورہ کر کے فیصلہ صادر فرماتے۔
3. سیدنا ابو بکرؓ صحابہ کرام کے اجتہاد سے مزید فائدہ اٹھانے کے لیے شورائی نظام کے تحت دیگر اہم امور کی طرح مالی عطیات کی اخذ و تقسیم، ہدایا اور غنائم کے قبول و وصول کرنے میں دیگر عشرہ مبشرہ اور فقہائے صحابہ سے مشورہ کر کے اجتہاد سے امور طے کرتے۔
4. حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں حدود کے نفاذ کے لیے سب سے اہم کردار شورائی اجتہاد کا ہوتا تھا، جس کے قاضی اور مفتی اعظم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوتے تھے، جو آپؓ کے دست راست ہونے کے ساتھ ساتھ احکام الٰہی کے نافذ کرنے میں بالفعل ابو بکرؓ کے مددگار تھے۔

مرتدین کے خلاف لڑائی میں شرکت کا فیصلہ کر لیا تھا مگر سیدنا علیؓ نے آپؓ کو نہ جانے کا مشورہ دیا کہ اگر آپؓ کو کوئی تکلیف پہنچی تو اسلام کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ آپؓ نے سیدنا علیؓ کے فیصلے کو قبول کر لیا [25]۔

آپؓ کے دور خلافت میں ایک دفعہ ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو عمل لواطت کا مرتکب تھا سیدنا ابو بکرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشاورت کی، سیدنا علیؓ نے اس اس شخص کو جلانے کا مشور دیا۔ تمام صحابہؓ سیدنا علیؓ کے فیصلے پر متفق ہوئے اور اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا، اس شخص کو رجم کرنے کے بعد جلا دیا گیا [26]۔

خلاصہ بحث

خلافت صدیقی میں اجتہاد کا طریقہ کار عہد نبوی کے انداز پر کیا گیا، نئے مسائل میں پہلا مرجع قرآن، دوسرا سنت رسول اس کے بعد روایت صحابہ، پھر صحابہ کرام کے شوریٰ سے استفادہ کیا جاتا۔ جنگی معاملات، تدابیر سلطنت،

سقیفہ بنی ساعدہ، واقعہ فدک، جمع قرآن، نفاذ حدود، مانعین زکوۃ سے جہاد، مرتدین کے خلاف لڑائی اور قیصر و کسریٰ سے جنگ جیسے معاملات میں اپنے علمی اور اجتہادی صلاحیتوں سے امت مسلمہ کو سخت مصائب سے نکال کر صحیح سمت کی طرف آگے بڑھا کر فقہائے و منتظمین صحابہؓ کے علوم سے مسلمانوں کی بروقت اور صحیح تربیت فرما کر خلیفہ بلا فصل ہونے کا حق ادا کیا۔

حواشی وحوالہ جات

1 البصری، الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد ۳ : ۱۲۸، مکتبۃ العلوم والحکم ،المدینۃ المنورۃ،(س۔ن)۔۔۔ ابن عبد البر ،یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۳ : ۹۶۳،دار الجیل بیروت،۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

2 علی محمد الصلابی، الانشراح ورفع الضیق فی سیرۃ ابی بکر الصدیق شخصیتہ وعصرہ،۱ : ۱۶۰،دار الکتب العلمیۃ بیروت(س۔ن)

3 الدارمی، ابو محمد بن عبد الرحمٰن بن الفضل، سنن دارمی ۱ : ۲۶۲،دار المغنی للنشر والتوریع، المملکۃ السعودیۃ،۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

4 سنن دارمی ۱: ۲۶۲

5 نفس مصدر

6 لما توفي رسول الله قام عمر بن الخطاب فقال: إن رجالا من المنافقين يزعمون أن رسول الله توفي وإن رسول الله والله ما مات، ولكنه ذهب إلى ربه كما ذهب موسى بن عمران، فغاب قومه أربعين ليلة ثم رجع بعد أن قيل قد مات، والله ليرجعن رسول الله فليقطعن أيدى رجال وأرجلهم يزعمون أن رسول الله مات.(الطبری، أبو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الرسل والمملوک وصلہ ۳: ۲۰۰،دار التراث، بیروت(س۔ن)

7 سورۃ آلعمران ۳: ۱۴۴

8 المقدسی، المطہر بن طاہر ،البدء والتاریخ ۵: ۱۲۳، مکتبۃ الثقافۃ الدینۃ، مصر(س۔ن)

9 ابن کثیر ،اسماعیل بن عمر بن کثیر ،البدایہ والنہایہ ۵: ۲۸۷،دار احیاء التراث العربی،۱۴۰۰ھ/۲۰۰۰ء

10 امام بخاری، أبو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ۴: ۷۹،دار طوق النجاۃ،۱۴۲۲ھ

11 صحیح البخاری ۴: ۷۹

12 أخبرنا عبد الله بن نمير. حدثنا إسماعيل عن عامر قال: جاء أبو بكر إلى فاطمة حين مرضت فاستأذن فقال علي: هذا أبو بكر على الباب فإن شئت أن تأذني له. قالت: وذلك أحب إليك؟ قال: نعم. فدخل عليها واعتذر إليها وكلمها فرضيت عنه. (الطبقات الکبریٰ ۸: ۲۲)

13 امام مالک، مالک بن انس، الموطا ۳ : ۲۳۲،موسسۃ زاید بن سلطان، ابوظبی، متحدہ عرب امارات،۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء

14 صحیح البخاری ۸: ۱۵۱

15 السنن الکبریٰ ۶: ۱۹۳

16 سورۃ البقرہ ۲: ۲۳۳

17 سورۃ القصص ۲۸: ۲۷- ۲۸

18 البیہقی، احمد بن الحسین ،السنن الکبریٰ، حدیث(۱۶۷۳۱)دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

19 السنن الکبریٰ، حدیث(۱۶۷۳۱۹)

20 فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلک و رأيت فی ذلک الذي رای عمر(السنن الکبریٰ، حدیث(۶۷۳۲)

21 صحیح البخاری۶: ۷۱

22 الذہبی، محمد بن احمد، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام ۲: ۱۱۷، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

23ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین ۱: ۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء

24باب أهل العلم والفتوى من أصحاب رسول الله أخبرنا محمد بن عمر الأسلمي. أخبرنا جارية بن أبي عمران عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه: أن أبا بكر الصديق كان إذا نزل به أمر يريد فيه مشاورة أهل الرأي وأهل الفقه ودعا رجالا من المهاجرين والأنصار دعا عمر وعثمان وعليا وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وأبي بن كعب وزيد بن ثابت. وكل هؤلاء كان يفتي في خلافة أبي بكر. وإنما تصير فتوى الناس إلى هؤلاء. فمضى أبو بكر على ذلك. ثم ولي عمر فكان يدعو هؤلاء النفر. وكانت الفتوى تصير وهو خليفة إلى عثمان وأبي وزيد(الطبقات الکبریٰ۲:۲۶۷)

25قال لهم أبو بكر: ماذا ترون؟ فقال عثمان بن عفان: إني أرى أنك ناصح لأهل هذا الدين شفيق عليهم؛ فإذا رأيت رأيا تراه لعامتهم صلاحا فاعزم على إمضائه، فإنك غير ظنين**1** فقال طلحة والزبير وسعد وأبو عبيدة وسعيد بن زيد ومن حضر ذلك المجلس من المهاجرين والأنصار: صدق عثمان ما رأيت من رأي فامضه، فإنا لا نخالفك ولا نتهمك وذكروا هذا وأشباهه وعلي في القوم لا يتكلم، قال أبو بكر: ماذا ترى يا أبا الحسن؟ فقال: أرى أنك إن سرت إليهم بنفسك أو بعثت إليهم نصرت عليهم إن شاء الله، فقال: بشرك الله بخير، ومن أين علمت ذلك؟ قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يزال هذا الدين ظاهرا على كل من ناواه حتى يقوم الدين وأهله ظاهرون فقال: سبحان الله ما أحسن هذا الحديث لقد سررتني به سرك الله.(علی بن بن حسام المتقی الہندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

26 ابن قیم الجوزی، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد، الطرق الحکمیۃ ۱: ۱۶، مکتبۃ دار البیان (س۔ن)